حنفی نظریہ استحسان اور عصری مسائل

سعید الرحمٰن

حنفی نظریہ استحسان اور عصری مسائل پر جناب سعید الرحمٰن صاحب کے تحقیقی مضمون کی پہلی قسط سابقہ شمارہ میں شائع ہو چکی ہے۔ دوسری قسط پیشِ خدمت ہے۔ استحسان کے نظریہ کو مضمون نگار نے بڑے عمدہ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے دوسری قسط :

شرعی احکام کی تطبیق اور موقع محل متعین کرنے، درپیش مسائل کی تحقیق اور موجودہ مسائل کے بقاء و تسلسل میں عام ضوابط اور قیاس کے برعکس عدل، مصلحت (اوفق و اصلح للناس)، رحمت، تدبر، یسر، سہولت، اور رفع حرج جیسے عمومی مقاصد شریعت کی بنیاد پر فقیہانہ ترجیح (Juristic preference) کو استحسان کہتے ہیں۔

ذیل میں ان چند عصری مسائل کی نشاندہی کی جاتی ہے جہاں استحسان سے استفادہ کیئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

۱۔ ضرورت مند کو خون منتقل کرنا اور بلڈ بنک کا قیام درست ہے۔ ایک انسان کا خون دوسرے کو منتقل کرنا جائز ہے۔

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ درست نہ ہو کیونکہ خون انسانی جسم کا جزو ہے اور انسانی جزو سے فائدہ اٹھانا حرام ہے، نیز خون نجس ہے اور نجس چیز سے فائدہ اٹھانا درست نہیں ہے۔

استحسان کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی صحت کی حفاظت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، لہٰذا انسانی جسم کو بیماری سے نجات دلانے اور بسا اوقات اسے موت کے منہ میں جانے سے بچانے کے لیے سوائے اس کے اور کوئی صورت ممکن نہیں ہوتی کہ اسے انسانی خون منتقل کیا جائے۔ بنابریں از روئے ضرورت انسانی جسم میں دوسرے انسان کا خون منتقل کیا جاسکتا ہے۔ اس معاملے کی نوعیت بالکل ایسی ہے جیسے دودھ سے عورت کا جزو بدن ہونے کے ناتے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، لیکن چونکہ بچے کی نشوونما کا دارومدار اسی پر ہے، اس لیے از روئے ضرورت اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ ایک مخصوص مدت کے بعد بچے کے لیے جائز نہیں رہتا کہ وہ عورت کا دودھ پیے۔ اسی طرح بلا ضرورت خون کا استعمال درست نہ ہوگا۔ اس حوالے سے ''فتاویٰ عالمگیری'' کی یہ عبارت کافی رہنمائی کرتی ہے: **ولا بـاس بان يسعط الرجل بلبن المراة ويشرب به للدواء** ۳۶۔ (علاج کی غرض سے مرد کے لیے ناک میں عورت کا دودھ ڈالنا یا پینا جائز ہے)۔

اور اگر رضا کارانہ بنیادوں پر خون دستیاب نہ ہو تو اس کی خرید و فروخت درست ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ خرید و فروخت درست نہ ہو، کیونکہ خون انسان کا جزو ہے اور انسانی اجزا قابل احترام ہیں، ان کی خرید و فروخت درست نہیں ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں علامہ مرغینانی کے الفاظ ہیں:

> **لان الآدمی مکرم لا مبتذل فلایجوز ان یکون شیئ من اجزائه مهانا مبتذلا** ۳۷ (انسان، چونکہ حرمت رکھتا ہے، اس لیے بے وقعت نہیں، لہٰذا یہ درست نہیں کہ اس کے اجزاء میں سے کسی چیز کی بے حرمتی یا اہانت کی جائے)۔

استحسان کی وجہ ضرورت ہے کہ انسانی زندگی کا اس پر دارومدار ہے اور اس کا حصول کسی بھی قیمت پر درست ہے، تاہم فروخت کنندہ کے لیے قیمت لینا پاکیزہ اور طیب نہ ہوگا، جیسے سور کے بالوں کے بارے میں فقہی جزئیہ ہے: **"اذا کـان لا یـوجد الا بالبیع جاز بیعه لکن الثمن لا یطیب للبائع"** ۳۸۔

علاوہ ازیں خون انسانی دودھ کی مانند انسانی جسم کا ایک جزو ہے، اور بچے کو دودھ پلانے کے لیے کسی عورت کی خدمات باقاعدہ معاوضہ پر لینا درست ہے۔ اس سلسلے میں الھدایۃ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

> ان العقد يقع على اللبن والخدمة تابعة ، ولهذا لو ارضعته بلبن شاة لاتستحق الاجر [۳۹]۔ (عقد اور معاہدہ دودھ پر ہوا ہے اور بچے کی دیکھ بھال اس کے تابع اور ضمنی ہے، اس لیے اگر وہ عورت بچے کو بکری کا دودھ پلائے تو وہ اجرت کی مستحق نہیں ہوگی)۔

الغرض اس حوالے سے بلڈ بنک قائم کرنے کی گنجائش ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ انسان کسی وقت بھی مہلک بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے یا حادثے کی وجہ سے اسے خون کی ضرورت پیش آ سکتی ہے، اور وہی خون اس کے لیے موزوں ہوتا ہے جو اس کے خون کے گروپ سے تعلق رکھتا ہو، نیز بوقت ضرورت خون کے مناسب گروپ کے ملنے میں دشواریاں پیش آتی ہیں، نیز رضا کارانہ بنیادوں پر خون کا مہیا ہونا بسا اوقات مشکل ہوتا ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ ایسا بلڈ بنک قائم کیا جائے جس میں مختلف گروپوں کے خون کا ذخیرہ ہو جہاں سے خون معاوضے پر یا بلا معاوضہ حاصل کیا جا سکے۔

۴۔ جسمانی صحت کے لیے آپریشن کرانا درست ہے۔

اگر کسی شخص کو ایسا مرض لاحق ہو جائے کہ اس کے نتیجے میں اس کے جسم کا آپریشن ضروری ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کا آپریشن نہ صرف جائز، بلکہ ضروری ہے، بشرطیکہ صحت کا گمان غالب ہو۔

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ آپریشن کی اجازت نہ ہو، کیونکہ انسانی جسم کو اذیت دینا کسی صورت میں درست نہیں، اور پھر انسانی جسم میں قطع و برید کا عمل ایک انتہائی عمل ہے اور انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے کہ اس میں جیسے چاہے تصرف کرے۔

متذکرہ بحث کے برعکس انسانی جان کی حفاظت کے نقطۂ نظر سے ضرورت کا تقاضا یہ ہے کہ آپریشن کی اجازت ہو، کیونکہ انسانی جسم کی حفاظت انسان کا حق ہی نہیں، اس کا فرض ہے اور ایسا عمل جراحی جس کی کامیابی کے مواقع زیادہ ہوں اور تجربات سے اس کی تصدیق ہو چکی ہو، اس سے احتراز کر کے صحت کو نقصان پہنچانے کا راستہ اختیار کرنا کسی صورت درست نہیں۔ جسمانی اذیت کے مقابلے میں جسمانی صحت کے حصول کا عمل زیادہ راجح ہے، چنانچہ فقہ کا اصول ہے: **لو کان احدھما اعظم ضررا من الآخر فان الاشد یزال بالاخف**[۴۰] (لہٰذا آپریشن کی اذیت کے ذریعے جسمانی مرض کی اذیت کا ازالہ کیا جائے گا)۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

> **لاباس بقطع العضو ان وقعت فیه الاکلة لان لاتسری و لاباس بشق المثانة ان کانت فیھا حصاة**[۴۱] (اگر کسی عضو میں ناسور پیدا ہو جائے تو اس کو بڑھنے سے روکنے کے لیے عضو اور اگر مثانہ میں پتھری ہو تو مثانہ کو چیرنا جائز ہے)۔

اسی طرح فقہاء نے اس امر کی اجازت دی ہے کہ حاملہ عورت کے انتقال کی صورت میں اگر بچے کے زندہ ہونے کا احتمال ہو تو اس کے پیٹ کا آپریشن کر کے بچہ باہر نکالا جا سکتا ہے[۴۲]۔

۳۔ جسمانی عیب کے ازالے کے لیے عمل جراحی درست ہے۔

اگر کسی شخص کو کوئی جسمانی عیب لاحق ہے اور اس کے ازالہ کے لیے کسی سرجری کی ضرورت ہو تو اس کی گنجائش ہے، مثلاً کسی کے ہاتھ یا پاؤں میں زائد انگلی ہو تو اسے عمل جراحی کے ذریعے علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ امر درست نہ ہو، کیونکہ انسان کو جسمانی اور ذہنی اذیت دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ انسان ایک قابل احترام مخلوق ہے۔ استحسان کی وجہ یہ مصلحہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معاشرت پسند بنایا ہے، اور وہ اشیاء جو اس کے لیے اس معاملہ میں رکاوٹ بنتی ہیں، ان کا ازالہ اس کے لیے کسی حد تک ضروری ہو جاتا ہے، لیکن اس معاملے میں افراط و تفریط سے بچنا

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

ضروری ہے، نہ تو یہ حالت ہو کہ انسان اپنے عیوب کا ازالہ ہی نہ کرے اور نہ انسان بلاوجہ زیب و زینت کے لیے مصنوعی طریقے استعمال کرے۔ چنانچہ جہاں یہ درست نہیں کہ جسم کو گودوا کر اسے جاذب نظر بنایا جائے یا دانتوں میں مصنوعی خلیج پیدا کر کے کسی فیشن کو اپنایا جائے، وہیں اس امر سے بھی نہیں روکا گیا کہ انسان اپنے جسم میں موجود کسی خامی کا ازالہ کرے، خواہ اس میں اسے وقتی اذیت کا سامنا ہو۔

۴۔ غیر طبعی موت کے اسباب جاننے کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت ہے۔

اگر کسی شخص کی غیر طبعی موت واقع ہو جائے اور اس کے اسباب جاننے کے لیے ضرورت پیش آ جائے تو مرنے والے کے جسم کا پوسٹ مارٹم کیا جا سکتا ہے۔

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ پوسٹ مارٹم درست نہ ہو، کیونکہ انسان قابل احترام مخلوق ہے اور اس کے جسم کی چیر پھاڑ اس کے احترام کے منافی ہے اور انسان کی بے حرمتی نا جائز ہے۔ استحسان کی وجہ یہ مصلحت ہے کہ مرنے والا اگر کسی شخص کے جرم کا شکار ہوا ہے تو مجرم کو سزا دینے کے لیے اور ورثا کی تسلی کے لیے مناسب ہے کہ اس کے جسم کے اندرونی اجزا کا تجزیہ کیا جائے۔ پوسٹ مارٹم انسان کا احترام برقرار رکھنے کے لیے ہے، کیونکہ اس سے وہ سبب معلوم ہوتا ہے جس سے مرنے والے کی زندگی ختم ہوئی۔ اور اگر مرنے والے کی زندگی ختم کرنے میں کوئی مجرم شامل ہے تو اسے سزا ملنا ضروری ہے، حیات سے محروم کرنا سب سے بڑی بے احترامی ہے، اسی وجہ سے قتل عمد کی سزا قصاص مقرر کی گئی ہے۔

اور اگر پوسٹ مارٹم کا مقصد میڈیکل سائنسز کے طالب علموں کی ضرورت ہے تو اس میں دو متضاد قیاس کام کر رہے ہیں۔ ایک طرف تو انسانی وقار و احترام اس امر کی اجازت نہیں دیتا، دوسری طرف انسانوں کو امراض سے بچانے کے لیے انسانی جسم کی پیچیدہ ساخت کو سمجھنا ضروری ہے۔

اب اگر پلاسٹک کے مصنوعی اعضاء اور جانوروں مثلاً بندر، بن مانس وغیرہ کے جسمانی

تجزیے سے انسانی جسم کی اندرونی ساخت سے واقفیت میں مدد ملتی ہو تو بلاوجہ انسانی جسم پر تجربات درست نہ ہوں گے، لیکن اگر معاملے کی نوعیت انسانی جسم کا اندرونی تجزیہ کیے بغیر واضح نہ ہوتی ہو تو اس صورت میں بقدر ضرورت پورے احترام کے ساتھ انسانی جسم کا اندرونی مطالعہ درست ہو سکتا ہے، دوسرے لفظوں میں اس صورت میں مذکورہ بالا قیاس کی تائید میں مصلحہ عامہ آ جاتی ہے، چنانچہ فقہ کا اصول ہے:

لو کان احدهما اعظم ضررا من الآخر فان الاشد یزال بالاخف ۴۳

(اگر ایک چیز کا نقصان دوسرے سے کہیں زیادہ ہو تو اس صورت میں سخت نقصان کا ازالہ کمتر نقصان کے ذریعے کیا جائے گا)۔

مزید براں فقہ کے اس حکم سے بھی اس سلسلے میں مدد ملتی ہے کہ اگر کوئی حاملہ عورت انتقال کر جائے اور اس بات کا گمان ہو کہ اس کے رحم میں پرورش پانے والا بچہ زندہ ہے تو اس کے پیٹ کا آپریشن کر کے بچے کو باہر نکالا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ پوسٹ مارٹم کی ہی ایک صورت ہے۴۴۔

۵۔ اعضاء کی پیوندکاری بعض صورتوں میں درست ہے۔

اگر کوئی شخص حالت اضطرار میں ہو اور ماہر ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق اس کی جان بچانے یا اسے زندہ لاش بن جانے سے بچانے کے لیے اس کے سوا کوئی اور صورت ممکن نہ ہو کہ اسے کسی زندہ انسان کا ایک ایسا گردہ جس پر اس شخص کی زندگی یا صحت کا دارومدار نہ ہو، یا کسی مردہ انسان کا کوئی ضروری عضو اسے منتقل کر دیا جائے تو اس کی گنجائش ہوگی۔

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایسا درست نہ ہو، کیونکہ انسان کے اجزاء سے فائدہ اٹھانا درست نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معزز بنایا ہے۔ چنانچہ علامہ مرغینانی کے الفاظ ہیں: **حرمة الانتفاع باجزاء الآدمی لکرامته**۴۵ (انسان کے احترام کی وجہ سے اس کے اجزاء سے استفادہ ناجائز ہے)۔

استحسان کی وجہ اضطرار اور ضرورت ہے۔ قرآن حکیم نے حرام اشیاء کے تذکرے کے بعد

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

اضطرار کی صورت میں دو شرائط کے ساتھ حرام چیز کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ ایک تو اس چیز کا استعمال ضروری حدود کے اندر ہو، بلا وجہ نہ ہو، اور دوسرا اس سے مقصد ضرورت کی تکمیل ہو، لذت اور زینت کا حصول نہ ہو، چنانچہ قرآن حکیم کے الفاظ ہیں: **فمن اضطر غیر باغ و لا عاد فلا اثم علیه** ۴۶

زیر نظر مسئلے میں چونکہ ایک زندہ انسان کی بقا کا مسئلہ درپیش ہے۔ اس کے لیے علاج کے تمام مروجہ طریقے جواب دے گئے ہیں تو ایسی صورت میں کسی مردہ انسان کے صرف ان اجزاء سے پیوندکاری کی جا سکتی ہے جو انسانی حیات کے لیے ضروری ہیں، اسی طرح کسی زندہ صحت مند انسان کے دونوں گردے صحت مند ہوں اور ایک گردہ نکال لینے کی صورت میں اس کی صحت متاثر ہونے کا خدشہ نہ ہو تو وہ اپنا گردہ جان بلب مریض کو دینے کی اجازت دے سکتا ہے۔

انسانی اجزاء سے فائدہ اٹھانے کے جواز کی کچھ صورتیں اسلاف کے فقہی ذخیرے میں بھی موجود ہیں، مثلاً عورت کے دودھ کے بارے میں ذکر ہے کہ اسے ازراہ علاج ناک میں ڈالا جا سکتا ہے، یا پیا جا سکتا ہے۔ **ولا باس بان یسعط الرجل بلبن المرءة ویشربه للدواء** ۴۷ (عورت کا دودھ بطور دوا ناک یا منہ کے ذریعہ لینا جائز ہے)۔

اسی طرح امام نووی رقم طراز ہیں:

ان اضطر ولم یجد شیئًا فهل یجوز له ان یقطع شیئاً من بدنه یاکله؟ فیه وجهان: قال ابو اسحاق: یجوز، لانه احیاء نفس بعضو فجاز کما یجوز ان یقطع عضوا اذا وقعت فیه الا کلة لاحیاء نفسه ۴۸ (اگر کوئی شخص مجبور ہو جائے اور اسے کوئی چیز نہ ملے تو کیا وہ اپنے بدن کا کچھ حصہ کاٹ کر کھا سکتا ہے؟ اس میں دو آراء ہیں: علامہ ابو اسحاق کا کہنا ہے کہ یہ درست ہے، کیونکہ ایک عضو کے بدلے میں انسانی جان کو حیات بخشنا ہے۔ یہ اسی طرح درست ہے جیسے انسانی جان کی حفاظت کے لیے گلنے سڑنے والے عضو کو کاٹ دینا درست

ہے)۔

اعضاء کی پیوندکاری کی درج ذیل صورتیں جائز ہیں:۴۹

● ایک ہی انسان کے جسم کے ایک حصے سے کسی عضو کو اسی کے جسم میں کسی دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس بات کا اطمینان کرلیا گیا ہو کہ اس آپریشن کا متوقع فائدہ اس نقصان سے زیادہ ہے جو اس آپریشن کے ذریعہ ہوگا، نیز یہ شرط بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ یہ عمل کسی مفقود عضو کو وجود میں لانے، یا اس کی اصلی صورت کو بحال کرنے، یا اس کے مقصود وظیفے کو بحال کرنے، یا کسی عیب کی اصلاح یا ایسی بدصورتی کے ازالہ کے لیے کیا گیا ہو جو کسی شخص کے لیے جسمانی یا نفسیاتی اذیت کا موجب ہو۔

● ایک انسان کے جسم سے دوسرے انسان کے جسم میں ایسی چیز کی منتقلی جائز ہے جو خود بخود دوبارہ وجود میں آتی رہتی ہو مثلاً خون اور کھال، لیکن اس میں اس شرط کا لحاظ رکھا جانا ضروری ہے کہ عطیہ دینے والا کامل اہلیت والا (عاقل و بالغ) ہو، نیز دیگر شرعی شرائط کا بھی لحاظ رکھا جائے۔

● اس عضو کا کوئی حصہ جو زندہ انسان کے جسم سے کسی بیماری کی وجہ سے نکالا گیا ہو، اس سے دوسرے شخص کے لیے استفادہ جائز ہے۔ مثلاً کسی شخص کی آنکھ کسی بیماری کی وجہ سے نکالی گئی ہو، اس کے قرنیے سے دوسرے شخص کے لیے استفادہ جائز ہے۔

● کسی مردہ شخص کا ایسا عضو کسی زندہ انسان کی طرف منتقل کرنا جائز ہے جس پر کسی زندہ انسان کی زندگی موقوف ہو، یا جس پر اس کے کسی اساسی وظیفے کی سلامتی کا دارومدار ہو، مثلاً آنکھوں کے قرنیے کی منتقلی، بشرطیکہ مرنے والے شخص نے موت سے پہلے، یا اس کے ورثا نے موت کے بعد منتقلی کی اجازت دے دی ہو۔ اگر متوفی شخص لاوارث ہے، یا نامعلوم ہے تو مسلمانوں کے ولی الامر نے اجازت دے دی ہو۔

واضح رہے کہ انسانی اعضاء کی خرید و فروخت کسی صورت میں جائز نہیں۔

اعضاء کی پیوندکاری کی یہ صورتیں ناجائز ہیں:

● جس عضو پر زندگی کا دارومدار ہو، اس کی منتقلی حرام ہے، مثلاً کسی زندہ انسان کے دل کو دوسرے انسان کی طرف منتقل کرنا۔

● کسی زندہ انسان سے ایسے عضو کو منتقل کرنا حرام ہے جس کے الگ کرنے سے وہ اپنی زندگی میں اساسی وظیفے سے محروم ہو جائے، خواہ زندگی کی سلامتی اس پر موقوف نہ ہو جیسے آنکھوں کے قرنیے کی منتقلی۔

۶۔ جانوروں پر میڈیکل ریسرچ کی اجازت ہے۔

دور حاضر میں مختلف بیماریوں کے علاج دریافت کرنے اور ان کی آزمائش کے لیے جانوروں پر تجربات کیے جاتے ہیں۔ جانوروں میں پہلے بیماری کے جراثیم داخل کیے جاتے ہیں اور پھر ان پر ممکن دواؤں کو آزما کر صحیح علاج دریافت کیا جاتا ہے۔ جانوروں پر اس قسم کے تجربات درست ہیں۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ تجربات درست نہ ہوں، کیونکہ ان کے ذریعے جانداروں کو اذیت پہنچائی جاتی ہے جو درست عمل نہیں ہے، مگر استحسان کی وجہ یہ مصلحہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں سمیت تمام اشیاء انسان کے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا[۵۰] (وہی ہے جس نے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے، پیدا کیا ہے)۔

نیز

> **اللہ الذی جعل لکم الانعام لترکبوا منھا ومنھا تاکلون ○ ولکم فیھا منافع ولتبلغوا علیھا حاجۃ فی صدورکم وعلیھا وعلی الفلک تحملون**[۵۱] (اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے مویشی بنائے، تاکہ ان میں سے کچھ پر سواری کرو اور ان میں سے کچھ کو تم کھاتے بھی ہو اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ تم ان پر اپنی اس ضرورت تک پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے اور تم ان پر اور کشتی پر بھی لدے لدے پھرتے ہو)۔

☆ عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃ مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً ☆

گویا جانور، انسان کے ہمہ نوعیت فائدے بشمول خوراک، لباس، سواری، اور علاج کے لیے ہی پیدا کیے گئے ہیں، لہٰذا انسانی فائدے کے پیش نظر ان پر طبی تحقیق بھی کی جاسکتی ہے۔ اس میں اذیت کا پہلو ثانوی ہے اور انسانی مصلحت کا مقصد اولین حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اس مقصد کو ترجیح ہوگی۔

۷۔ عورت کی جان بچانے کے لیے اسقاط حمل کی اجازت ہے۔

اگر کسی دیندار ماہر ڈاکٹر نے حاملہ عورت کی جان بچانے کے لیے اسقاط حمل کی تجویز دی تو اس پر عمل درآمد کی اجازت ہے، خواہ بچہ میں جان پڑ چکی ہو۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے بچے کو ضائع کرنا کسی صورت میں درست نہیں جس میں جان پڑ چکی ہو اور یہ قتل سے مشابہ صورت ہے۔ استحسان کی وجہ ضرورت ہے کہ زندہ عورت کی جان بچانا جنین کی زندگی سے زیادہ اہم ہے[۵۲]۔

۸۔ حق تصنیف محفوظ کرنا معتبر ہے۔

آج مصنف کے حق تصنیف کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ اس کی گنجائش موجود ہے۔ از روئے قیاس یہ حق کسی کے ساتھ مخصوص نہیں اور اس کی حیثیت مباح کی ہے اور پھر یہ مال نہیں ہے، اس کی وجہ علامہ مرغینانی کے الفاظ میں یہ ہے:

> **لان المال ما یمکن احرازہ، والمال ھو المحل للبیع**[۵۳] (مال وہ ہے جس کو محفوظ کرنا ممکن ہو اور یہی مال خرید وفروخت کا محل بنتا ہے، یعنی کسی کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے)۔

استحسان کی وجہ یہ مصلحت ہے کہ حق تصنیف درحقیقت انسانی ذہنی محنت کو اپنے ہاتھوں میں محفوظ رکھنے کا نام ہے، تاکہ وہ خود اس سے مادی فائدہ اٹھا سکے۔ حق تصنیف کی حفاظت کا مقصد اپنی محنت کے نتائج کو دوسروں کے ہاتھوں میں پہنچنے سے بچانا ہے، اور یہ امر کسی صورت میں ناجائز نہیں ہوسکتا۔

مزید برآں بعض اوقات ایک چیز مباح ہونے کے باوجود ممنوع قرار پاتی ہے، جیسے ایک

شخص دوسرے کے ساتھ کسی چیز کی قیمت طے کر رہا ہو، تو تیسرے آدمی کو منع کیا گیا ہے کہ وہ اس میں مداخلت کر کے اپنے لیے وہ چیز لینے کی کوشش کرے۵۴، حالانکہ یہ چیز بذات خود مباح ہے۔ اسی طرح اپنی مملوکہ چیز کی قیمت مقرر کرنا مباح ہے، خواہ وہ بہت ہی گراں کیوں نہ ہو، لیکن اس کے باوجود اس سلسلے میں حکومت کو مداخلت کا حق حاصل ہے۵۵۔

اسی طرح تصنیف کو باوجود مباح ہونے کے مصنف یا ناشر کے لیے محفوظ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں اس حق میں مداخلت کرنے والا، قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا۔

۹۔ ادارے کے نام کی رجسٹریشن اور حق تصنیف کی فروخت کی اجازت ہے۔

دور حاضر میں تجارتی ادارے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے اپنے ناموں کی رجسٹریشن کرا لیتے ہیں، تاکہ کوئی ان کے نام سے کاروبار کر کے ان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ ایسی صورت میں نہ صرف کسی اور کو وہ نام رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی خرید و فروخت درست نہ ہو، کیونکہ یہ صرف ایک حق کی فروخت ہے، اس کی کوئی مادی حقیقت نہیں، بلکہ وہ معدوم ہے اور معدوم چیز کی خرید و فروخت درست نہیں۔ استحسان کی وجہ یہ مصلحہ ہے کہ اس مخصوص نام کے ساتھ مستقبل میں حصول مال اور تجارتی منفعت وابستہ ہے، اس لیے اس کی خرید و فروخت درست ہے۔

اسی طرح حق تصنیف کی خرید و فروخت بھی جائز ہے، گو وہ کوئی مال نہیں، لیکن ایک منفعت ضرور ہے۔ منفعت کی خرید و فروخت بوقت ضرورت جائز ہے جیسا کہ اجارے میں منفعت پر عقد کیا جاتا ہے۔ پھر یہ حق درحقیقت انسانی محنت کا نتیجہ ہے اور انسانی محنت پر معاوضہ لینا درست ہے۔ نیز اس کے عدم جواز کی صورت میں صاحب تصنیف کو معاشی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا تصنیف کتب کے عمل کی حوصلہ شکنی ہوگی، لہٰذا اس مصلحہ کے تحت بھی جواز ماننا ہوگا۵۷۔

تمام حقوق معنویہ کا یہی حکم ہے جن میں تجارتی نام، تجارتی پتہ، ٹریڈ مارک، حق تالیف، حق

ایجاد، حق اختراع وغیرہ شامل ہیں۔

۱۰۔ نرخ مقرر کرنا درست ہے۔

ایسے حالات میں جب تاجر نفع اندوزی پر اتر آئیں اور عام آدمی کو ان کے طرز عمل سے نقصان کا سامنا کرنا پڑے تو حکومت کے لیے درست ہے کہ وہ اشیا کے نرخ مقرر کردے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نرخ مقرر کرنا درست نہ ہو، کیونکہ ثمن مقرر کرنا عاقد کا حق ہے، اور اسی کے ذمے ہے کہ وہ کتنا ثمن مقرر کرتا ہے، کسی اور کو اس کے حق میں دست اندازی کی اجازت نہیں خواہ، وہ حکومت ہی کیوں نہ ہو، پھر ایک حدیث ہے:

> **لاتسعّروا ، فان الله هو المسعّر القابض الباسط الرازق**۵۸۔ (نرخ مت مقرر کرو، اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ مقرر کرنے والا، تنگی اور فراخی کرنے والا اور رزق دینے والا ہے)۔

استحسان کی وجہ مصلحت عامہ ہے کہ لوگ جب تاجروں کی غلط روی اور منافع خوری کا شکار ہونے لگیں تو ضرر عام سے بچنے کے لیے نفع خاص کو محدود کر دیا جائے۵۹۔

۱۱۔ شخصی ملکیت کو قومی تحویل میں لینا درست ہے بشرطیکہ مصلحت عامہ کے تحت ہو۔

شخصی ملکیت میں موجود غیر منقولہ جائیداد کو مناسب معاوضے کے بدلے میں قومی تحویل میں لینا درست ہے، بشرطیکہ یہ حصول ضرورت عامہ یا ایسی حاجت عامہ کے تحت ہو جو ضرورت کے قائم مقام ہوتی ہے، جیسے مساجد، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر وغیرہ۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ شخصی جائیداد کو مالک کی رضامندی کے بغیر حاصل کیا نہ جائے، کیونکہ انفرادی ملکیت ایک قابل احترام شرعی اصول ہے، حتیٰ کہ مال کی حفاظت ان پانچ ضروریات میں سے ایک ہے جن کی رعایت شریعت کے مقاصد میں شامل ہے۔ استحسان کی وجہ ضرورت کا اصول ہے کہ جس معاملے میں اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو کہ دو قسم کے نقصانات میں سے کوئی ایک لازماً برداشت کرنا پڑے تو اس صورت میں کم تر درجے کے نقصان کو برداشت کرتے ہوئے بڑے نقصان سے بچا جائے گا۔ فقہی اصول ہے:

☆ الولاية الخاصة اقوى من الولاية العامه ☆ولایتِ خاصہ ولایتِ عامہ کی نسبت قوی ہوتی ہے

لو کان احدھما اعظم ضررا من الآخر فان الاشد یزال بالاخف[۶۰]۔

اب یہاں ایک طرف شخصی ملکیت سے محرومی کا نقصان ہے لیکن اس سے کہیں بڑھ کر وہ نقصان ہے جس کا سامنا پورے معاشرے کو کرنا پڑ رہا ہے یا کرنا پڑے گا[۶۱]۔

چنانچہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ادوار حکومت میں حرم مکی کی توسیع کے لیے عادلانہ معاوضے کے بدلے میں کئی افراد سے ان کے گھر لیے گئے تھے[۶۲]۔

۱۲۔ ملاوٹ شدہ خوراک اور ادویہ ضائع کردی جائیں گی۔

کسی شخص کے پاس ملاوٹ شدہ دودھ وغیرہ ہو تو اس دودھ کو بہا دیا جائے گا۔

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دودھ ضائع نہ کیا جائے، کیونکہ اس میں دودھ کے مالک کا نقصان ہے، اور کسی شخص کو مالی نقصان پہنچانا درست نہیں، لیکن ضروری مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس دودھ کو ضائع کر دیا جائے، کیونکہ یہ ملاوٹ شدہ دودھ وغیرہ فروخت کرنے کی صورت میں کئی افراد کی صحت کو نقصان پہنچے گا اور اکثر افراد کی مضرت کا ازالہ، ایک فرد کی مضرت کے ازالے پر مقدم ہے، جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احتکار (اشیاء صرف کی ذخیرہ اندوزی) سے منع کیا ہے کہ اس میں چند افراد کے نفع کے مقابلے میں زیادہ افراد کا نقصان ہے[۶۳]۔

۱۳۔ اشیاء کی اسمگلنگ ناجائز ہے۔

بسا اوقات حکومت ملکی مصنوعات کے فروغ اور ملکی ہنرمندوں کی حوصلہ افزائی کے لیے بیرونی اشیاء کی درآمد پر پابندی لگا دیتی ہے۔ یہ درست ہے اور اس کی خلاف ورزی ناجائز ہے۔

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی خلاف ورزی درست ہو، کیونکہ ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی منشا کے مطابق بیرون ملک سے چیز درآمد کرے اور اپنی سہولت کے مطابق ملکی چیز پر اسے ترجیح دے، کیونکہ تجارت کی بنیاد باہمی رضامندی ہے، اور جہاں یہ بنیاد موجود ہوگی وہ کاروبار درست ہوگا۔ استحسان کی وجہ یہ مصلحہ ہے کہ ملک کا ہر باشندہ اپنے ملکی قوانین کے احترام کا پابند ہے، بالخصوص

جب وہ قوانین ملک کے مفاد میں ہوں۔ ملک کی معاشی مصلحتوں کا بسا اوقات یہ تقاضا ہوتا ہے کہ بیرون ملک سے مخصوص اشیا کی تجارت نہ کی جائے تا کہ ملکی باشندوں کے کاروبار کو نقصان نہ پہنچے اور ملک اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

اس بات کو یوں سمجھا جا سکتا ہے۔ احادیث میں تلقی جلب سے منع کیا گیا ہے[۶۴] تلقی حلب سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایک شخص یا اشخاص کسی تجارتی قافلے سے شہر میں آنے سے قبل کاروباری سودا کر لیں اور پھر قافلے کا سامان منڈی میں لا کر گراں قیمت پر فروخت کریں۔ اس صورت میں چونکہ لوگوں کو نقصان ہوتا ہے، اس لیے اس کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے تا کہ نہ تو شہری باشندوں کو نقصان ہو اور نہ تجارتی قافلوں ہی کو خسارے کا سامنا کرنا پڑے۔

اسی طرح شہری کو دیہاتی سے چیز خرید و فروخت کرنے کی اس بنا پر ممانعت کی گئی ہے کہ اس سے ایک فریق کو تجارتی نقصان کا سامنا ہو سکتا ہے اور عام لوگوں کا بھی اس سے متاثر ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

۱۴۔ مطلوبہ صفات کے گواہ نہ ہونے کی صورت میں قاضی دیگر افراد کی گواہی پر فیصلہ کر سکتا ہے۔

اگر کسی جگہ قاضی کو عدل کی مطلوبہ صفت کے حامل گواہ دستیاب نہ ہوں تو وہ ایسے افراد کی گواہی پر اعتماد کر سکتا ہے جو جزوی طور پر لائق اعتماد ہوں۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ گواہوں کی گواہی ان میں صفت عدالت کے بغیر قابل قبول نہ ہو کہ یہ گواہی کی بنیادی شرط ہے۔ استحسان کی وجہ یہ مصلحت ہے کہ لوگوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کم با اعتماد گواہ کی گواہی پر بھی فیصلہ کر دیا جائے۔ (واضح رہے کہ حدود کی سزاؤں میں گواہوں کی مطلوبہ صفات کو بہر صورت ملحوظ رکھا جائے گا)۔

۱۵۔ قاضی کے حکم پر عمل کرنے سے پہلے اس کے فیصلے کا جائزہ لیا جانا مناسب ہے۔

قاضی نے فیصلہ دیا کہ میں نے فلاں شخص کے بارے میں رجم کا فیصلہ کیا ہے، لہٰذا اسے رجم کر دو، یا میں نے قطع ید کا فیصلہ کیا ہے، لہٰذا اس کا ہاتھ کاٹ دو، یا درے مارنے کا فیصلہ کیا ہے، لہٰذا اسے درے مارو، تو ایسی صورت میں دلائل سے واقفیت کے بغیر اس حکم پر عمل نہ کیا جائے۔ ایک روایت

☆من استعجل الشئی قبل اوانہ عوقب محرمانہ ☆

کے مطابق یہ امام محمد کا قول ہے اور یہ مشائخ کا استحسان ہے۔ قیاس کا تقاضایہ ہے اور یہ فقہ حنفی کی ظاہر الروایہ ہے کہ اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، کیونکہ قاضی نے ایسی بات کی اطلاع دی ہے جسے وجود میں لانے کا اسے اختیار ہے، لہٰذا کسی قسم کی تہمت نہ ہونے کے سبب اس کی بات قبول کی جائے گی، اور پھر صاحبان اختیار کی اطاعت ضروری ہے اور ان کی بات کو درست ماننا بھی ان کی اطاعت کا حصہ ہے۔

استحسان کی وجہ سدذریعہ پر مبنی مصلحہ ہے کہ آج کل اکثر قاضیوں کا کردار درست نہیں ہے، اس لیے بہتر ہے کہ دلائل کا معائنہ کرلیا جائے، کیونکہ ان کے فیصلے میں غلطی اور خطا کا احتمال موجود ہے اور اس پر عمل کی صورت میں اس کی تلافی ممکن نہ ہوگی[۶۵]۔

۱۶۔خنزیر کے بالوں سے بوقت ضرورت سلائی کی جاسکتی ہے۔

خنزیر کے بالوں سے ایسی چیزوں میں سلائی کا کام لیا جاسکتا ہے کہ جہاں اس کا کوئی متبادل نہ ہو۔ قیاس کا تقاضایہ ہے کہ یہ درست نہ ہو، کیونکہ خنزیر نجس العین ہے، یعنی وہ تمام تر اجزاء سمیت ناپاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی اور اس کے تمام اجزا کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔ استحسان کی وجہ یہ ضرورت ہے کہ بعض اشیا کی سلائی اس کے بالوں کے بغیر نہیں ہوسکتی، اس لیے ضرورت کے تحت اس کی اجازت دی گئی ہے۔ اس حوالے سے یہ بال بنیادی طور پر مباح قرار پاتے ہیں، کیونکہ اس کی خرید وفروخت کی ضرورت نہیں، تاہم اگر جوتے ساز یہ بال خریدے بغیر حاصل نہ کر سکتے ہوں تو انہیں بقدر ضرورت خریدنے کی اجازت ہوگی[۶۶]۔

خلاصہ یہ کہ عصر حاضر میں اسلامی قانون سازی کے عمل میں استحسان کی اہمیت سے کسی صورت صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

ایک خوبصورت اسلامی اصلاحی عوامی پرچہ
دار العلوم قمر الاسلام کے سابق طلبہ کی کاوش

ماہنامہ کاروانِ قمر پڑھیے

☆ جس نے قبل از وقت کسی شی کے حصول کی کوشش کی اسے اس سے محرومی کی سزا دی جائے گی ☆

حواشی و حوالہ جات

۴۶- سورۃ البقرۃ:۱۷۳

۴۷- فتاویٰ عالمگیری ج۴،ص۱۱۲

۴۸- نووی: المجموع شرح المهذب ج۹،ص۴۱

۴۹- اسلامی فقہ اکیڈمی: قرارداد نمبر ۲۶/۱/۴

۵۰- سورۃ البقرہ:۶۹

۵۱- سورۃ المؤمن: ۷۹،۸۰

۵۲- زحیلی: نظرية الضرورة الشرعيه ص۲۳۸

۵۳- مرغینانی: الهدایه ج۳،ص۵۶

۵۴- مسلم: الصحیح ،کتاب النکاح ج۱،ص۴۵۴

۵۵- مرغینانی: الهدایه ج۴،ص۴۷۲

۵۶- رحمانی سیف اللہ خالد، جدید فقہی مسائل ص ۳۲۸

۵۷- اسلامی فقہ اکیڈمی: قرارداد نمبر ۴۲/۴/۵

۵۸- ابوداؤد: السنن ،کتاب البیوع ج۲،ص۱۳۳

۵۹- مرغینانی: کتاب الهداية ج۴،ص۴۷۱

۶۰- سیوطی: الاشباه والنظائر ص۱۲۲

۶۱- اسلامی فقہ اکیڈمی: قرارداد نمبر ۲۹/۴/۴

۶۲- زحیلی: نظرية الضرورة الشرعيه ص۲۳۰

۶۳- مصطفیٰ الزرقا: المدخل الفقهى العام ص۱۱۳

۶۴- ابوداؤد: السنن ،کتاب البیوع ج۲،ص۱۳۱

۶۵- زحیلی: نظرية الضرورة الشرعية ص۱۲۴

۶۶- مرغینانی: الهداية ج۳ص۵۵

☆ الضرر یزال ☆ ضرر (نقصان) کا ازالہ کیا جائے گا ☆